دستک

روبینہ فیصل (کینڈا)

rubyfaisal@hotmail.com

پیٹ پر تانبے کی پلیٹیں اور سر پر ٹارچ

غلام احمد بلور اور الطاف حسین اور رحمٰن ملک فرماتے ہیں کہ ہم بائیں بازو کی جماعتوں پر الیکشن کا میدان تنگ بلکہ بند کیا جا رہا ہے۔ آفرین ہے ایسے بائیں بازو پر۔ کاش "بائیں بازو" فقط ایک نعرہ ہوتا تو بہت سہانا تھا مگر یہ ایک نظریہ ہے جو اپنی پیدائش سے آج تک بہت شکلیں تبدیل کر چکا ہے کاش کوئی ان لبرل لیڈروں اور دانشوروں کو سمجھا سکے۔

1300 سال پہلے Hiuen Tsang چین سے ہندوستان علم کی تلاش میں آیا اس کو "Master of the law"..the law of the buddah کا خطاب ملا، وہ اپنی کتاب میں ایک آدمی کے بارے میں لکھتے ہیں جو جنوبی ہندوستان سے آتا ہے اور وہ آدمی اپنی کمر کے گرد تانبے کی پلیٹیں باندھے اور سر پر ٹارچ رکھے گھومتا تھا، کسی نے تجسس کے مارے اس حلیئے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میرے پاس علم بہت زیادہ ہے پیٹ سے گر نہ جائے اس لئے تانبے سے پیٹ کو باندھے رکھتا ہوں اور میں جہاں رہتا ہوں وہاں کے لوگ اندھیرے میں رہتے ہیں ان جاہلوں پر مجھے ترس آتا ہے اس لئے انہیں روشنی دکھانے کے لئے میں سر پر ٹارچ رکھ کر گھومتا ہوں۔ یوں لگتا ہے کہ ہمارے دانشوروں اور لبرل سیاست دانوں کو بھی پیٹ پر تانبا باندھنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی حکمت ان کے اندر ہی رہے۔

ہمارے عالم فاضل دوست ڈاکٹر طاہر قاضی نے ملین ڈالر کی بات کی کہ بہت سے لوگوں نے lazy سے L لے کر left میں لگا دیا ہے اور یوں انگلی کٹا کر شہیدوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ عام لوگ جن میں بہت پڑھے لکھے لوگ بھی شامل ہیں وہ بائیں بازو سے مراد لادینت لیتے ہیں حالانکہ کوئی شخص بہت مذہبی ہے اور وہ انسانوں کے بنیادی حقوق میں برابری اور ذرائع کی مساوی تقسیم پر یقین رکھتا ہے تو وہ بھی left winger ہو سکتا ہے۔ مگر ANP کے غلام احمد بلور فرماتے ہیں کہ "ہم مُلا نہیں اس لئے شدت پسند ہمارے خلاف ہیں"

1789 میں فرانس انقلاب کے وقت وہ لوگ جو بادشاہ یا مذہب کے حمایتی ہوتے نیشنل اسمبلی میں صدر کے دائیں ہاتھ بیٹھتے اور مخالفت کرنے والے بائیں ہاتھ۔ دنیا آگے بڑھتی رہی، شہنشاہیت سے جاگیرداری اور جاگیرداری سے سرمایہ داری۔ کارل مارکس نے جب ذرائع کی مساوی تقسیم اور انسانوں کے درمیان مساوی حقوق کی بات کی تو left کا تصور مذہب اور سیاست سے نکل کر سماجیات اور معاشیات میں داخل ہو گیا مگر ہمارے left وہیں کے وہیں رہے۔ right والے ہمیشہ خطِ مستقیم پر ہی رہے انہوں نے پہلے شہنشائیت کی حمایت کی تو پھر جاگیرداری کی اور پھر سرمایہ داری کی یعنی انہوں نے زوردار کا ساتھ نہ چھوڑا، اور اس بات پر قائم رہے کہ غیر مساویانہ تقسیم فطری ہے اور ہمیں اسے قبول کرنا چاہیئے، اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تمام بڑی جماعتیں جو پچھلے پانچ سال حکومت میں رہیں اسی اصول پر کاربند رہیں۔ کیا ان میں سے کسی ایک جماعت نے بھی left کو لادینیت سے زیادہ کچھ سمجھا؟ اگر سمجھا ہوتا، تو سرمایہ دار اور صنعت کار کے گھروں میں دولت کے انبار اور غریب کسان اور مزدور دو وقت کی روٹی کو نہ ترستا رہتا۔ جب کراچی، لاہور فیکٹری کو آگ لگی تو اس کے

بعد مزدور کے بنیادی حقوق کے لئے بنیادی قانون بنا کر ان پر عمل پیرا بھی کروایا جاتا۔مگر یہ رہے capitalism کے پیروکار۔ The 2001 book The government and politics of France میں سرمایہ دارنہ نظام کے بارے میں لکھا ہے:

مغربی یورپ میں دائیں اور بائیں بازو کو تقسیم کرنے والا اہم عنصر "طبقہ" ہے۔بائیں بازو والے ہمیشہ معاشی انصاف کی توقع سماجی اور معاشی پالیسیوں سے کرتے ہیں جبکہ دائیں بازو نے ہمیشہ پرائیویٹ پراپرٹی اور سرمایہ داری کو تحفظ دیا ہے۔

Roger Eat-well۔ کے مطابق دائیں بازو والے ہمیشہ جمہوریت کے مخالف،قوم پرست اور متعصب ہوتے ہیں۔ The US department of homeland security نے دائیں بازو والوں کی شدت پسندی کی تعریف یوں کی ہے:

یہ ایسے hate groups ہوتے ہیں جو نسل، زبان اور مذہب کی بنیاد پر اقلیتوں کو نشانہ بناتے ہیں۔اور شائد ایک ہی مسئلے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں۔یہ لوگ علاقائی، گروہی قوم پرستی کی بھی حمایت کرتے ہیں

اگر ایم کیو ایم اپنے آپ کو بائیں بازو کی جماعت اس بنیاد پر کہے کہ وہ جاگیرداری نظام کو چیلنج کرتی ہے، درست، مگر کیا یہ لوگ گروہی بنیادوں پر سیاست کر کے بائیں بازو کے ہو سکتے ہیں؟ مذید ایم کیو ایم کا "جمہوریت کی حمایت" اگر بائیں بازو کا جھومر لگانے کا باعث ہے تو کیا یہ جماعت آمروں کے ساتھ الحاق نہیں کرتی رہی۔

The sociologist Robert M. MacIver نے The Web of Government میں کہا ہے

کہ right ہمیشہ سے معاشرے کی حاکم اور غالب کلاس سے منسلک رہا ہے اور left ہمیشہ مغلوب اور پسے ہوئے طبقے کا حامی۔

اس اصول کی روشنی تینوں جماعتوں پر ڈالئے جو اپنے آپ کو بائیں بازو کی جماعت اور دوسری جماعتوں کو دائیں بازو کی کہہ رہی ہیں تو آپ خود ہی سمجھ جائیں گے کہ حقیقت کیا ہے۔رحمٰن ملک فرماتے ہیں کہ عالمی طاقتیں بائیں بازو والی جماعتوں کے خلاف سازش کر کے دائیں بازو والی جماعتوں کو لانا چاہتے ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں چونکہ سرمایہ دارانہ نظام نے کارل مارکس کی بصیرت اور سوشل جمہوریت سے بہت کچھ اپنایا، اس لئے آج ہم ترقی یافتہ ممالک میں capitalism کے باوجود عام انسان کی زندگی سہولیات سے مالا مال دیکھتے ہیں۔ ورنہ پاکستان اور دوسرے تھرڈ ورلڈ ممالک میں یہ اپنی بدصورت شکل کے ساتھ موجود ہے اس میں مڈل ایسٹ اور افریقہ کے ممالک بھی شامل کر لیں۔ جہاں امیر اور غریب کے درمیان فرق بڑھتا جا رہا ہے۔اور پاکستان میں تو بھٹو جیسا سوشلسٹ بھی حکومت سنبھالتا ہے تو سوائے یکم مئی کو مزدوروں کا دن قرار دینے کے علاوہ مزدوروں کے لئے کچھ نہیں کرتا۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ستمبر 1932 میں جیل سے اپنی بیٹی اندرا گاندھی کو لکھا تھا "میں نے تمھیں انسان کے ساتھ انسان کے تعاون جو تہذیب کی بنیاد سمجھا جاتا تھا، کی ترقی کے بارے میں بتایا تھا لیکن laissez -faire (حکومت کی مداخلت کے بغیر جس کا جو دل چاہے فری مارکیٹ میں کرے) اور capitalism کی وجہ سے دنیا کی تہذیب میں ایک دوسرے سے تعاون کی بجائے جنگل کا قانون آ گیا ہے "

یہی استحصالی سرمایہ دارانہ نظام ہے جس کی وجہ سے بنگلہ دیش میں آٹھ منزلہ فیکٹری گرنے سے سینکڑوں کی تعداد میں مزدور ہلاک ہو گئے لیکن lazy کے L والے leftist کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی ۔ survival of the fittest جنگل، سمندر اور ہواؤں میں بسنے اڑنے والوں کا قانون سرمایہ دارانہ نظام کی شکل میں ہمارے درمیان موجود ہے اور جہالت کا اندھیرا دور کرنے لئے جنہوں نے سر پر ٹارچ باندھ رکھی ہے۔ اور left, left کا نعرہ لگائے جاتے ہیں۔ کوئی انہیں بتائے کہ ہمیں ان کی اس ٹارچ کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں ضرورت ہے ملک کی معاشی اور اقتصادی پالیسی میں ایسی تبدیلی کی جو غریب کو دو وقت کی روٹی، تعلیم اور روزگار کے یکساں مواقع اور جان و مال کا تحفظ دے سکے۔ اگر ایم کیو ایم، اے این پی اور پی پی پی نے پانچ سالہ دورِ اقتدار میں ان میں سے ایک بھی کام کر لیا ہوتا تو آج انہیں دائیں، بائیں بازو کے سہارے اور گھڑے مُردے نہ اکھاڑنے پڑتے۔